

یکم شعبان المعظّم ۱۴۴۶ھ / 31 جنوری 2025ء

تقلیدِ امامِ اعظم

رضی اللہ تعالٰی عنہ....

ضرورت واہمیت اور ازالۂ شبہات

(پہلا حصہ)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

Join our channel مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Follow our Account مجلس علماء نظامیہ پاکستان
Like our Page Jamia Nizamia Rizvia
Like our Page Jamia Nizamia Rizvia
Subscribe our channel Jamia Nizamia Rizvia

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ o صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ o [الفاتحہ 1:6،7]

یہ اٹل فیصلہ ہے کہ انسان کی کامیابی قرآن وسنّت پر عمل اور امام الانبیا ﷺ کے قدموں سے وابستگی میں ہے، جب کہ ارشاداتِ الٰہیّہ وفرامینِ نبویہ کو چھوڑنا اور دین وشریعت سے منہ موڑنا انسان کے لیے تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ابنِ آدم کا سب سے بڑا دشمن، یعنی شیطان، اُسے قرآن وسنّت اور راہِ جنّت سے دُور کرنے کے لیے طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور مختلف حیلے اپناتا ہے... کبھی وقتی مفادات کا لالچ اتباع سے رکاوٹ بن جاتا ہے، کبھی ظاہری حالات کا دباؤ اِطاعت سے مانع ہو جاتا ہے اور کبھی لوگوں کے طعنوں کا ڈر پیروی نہیں کرنے دیتا۔ ایک حربہ یہ بھی ہوتا ہے کہ شیطان اپنے چیلوں کے ذہنوں میں قرآن وسنّت کا غلط مفہوم ڈالتا ہے، پھر اُس کے کارندے وہ مغالطے لوگوں میں پھیلاتے ہیں۔ اِس چال کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ راہِ راست سے بھٹک جاتے ہیں اور اپنے تئیں یہی سمجھتے ہیں کہ ہم قرآن وسنت پر عمل کر رہے ہیں۔

اِس خطرناک ترین شیطانی چال سے بچاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اِنعام یافتہ بندوں کے راستے پر چلے، جو ابلیسی مکر وفریب سے محفوظ رہے اور کامیابی کی منازل تک پہنچے۔ سورۂ فاتحہ میں یہی دُعا تعلیم فرمائی گئی ہے، نیز جانِ عالَم ﷺ نے فرقہ پرستی اور فتنوں کی کثرت کے دَور میں راہِ حق پر قائم رہنے کا یہی ذریعہ بتایا ہے اور اِسی طریقہ کو اپناتے ہوئے صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت:

- اسلامی عقائد میں امام ابو منصور محمد ماتُریدی علیہ الرحمہ (م ۳۳۳ھ / 944ء) کی تشریحات کو قبول کرتی ہے۔
- فقہی مسائل میں امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۵۰ھ / 767ء) کی تقلید کرتی ہے۔
- اور تصوّف سے متعلقہ اُمور میں سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ وغیرہ کے بزرگوں کو راہ نما بناتی ہے۔

ہمارے دَور میں فتنہ پَرور لوگ / گمراہ فرقے کوشش کرتے ہیں کہ لوگ اِن اکابر بزرگوں کی تشریحات کو چھوڑ دیں اور اُن کی نئی تحقیقات کو قبول کریں۔ وہ شیطانی مغالطہ ڈالتے ہیں کہ ہمیں بابوں / اماموں کے پیچھے چلنے کے بجائے قرآن وسنّت پر عمل کرنا چاہیے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کی تشریحات اور اُن کے راستے کو "بابوں / اماموں کی باتیں" قرار دے کر اُس سے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جب کہ اپنی نئی تحقیقات اور مغالطوں کو "قرآن وسنت کا صحیح مفہوم" قرار دے کر اُس پر عمل کی دعوت دیتے ہیں۔

اِن حالات میں اِس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تقلیدِ امامِ اعظم کی ضرورت واہمیت کو جانا جائے اور اِس حوالے سے پیش کیے جانے والے شُبہات کا ازالہ کیا جائے۔

ایک قول کے مطابق امامِ اعظم کا وصال ماہِ شعبان میں ہوا۔ اس مناسبت سے خطبہ میں "تقلیدِ امامِ اعظم" پر گفتگو کی جائے گی۔

قرآن وسنت پر عمل کی صحیح صورت... ائمہ کی تقلید

دوا کی ڈبیا پر بہت قیمتی اور مؤثّر میڈیسن کا نام لکھا ہو، مگر اندر موجود گولیاں گھٹیا قسم کی ہوں تو وہ دوا نہ صرف بے فائدہ ہے، بلکہ نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے... یوں ہی اگر کوئی شخص نام تو قرآن وسنت کا استعمال کرے، مگر اُس کی بات اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی مرضی کے خلاف ہو تو وہ تحقیق نہ صرف غیر شرعی ہے، بلکہ اُخروی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن وسنت کے نام پر دیے جانے والے دھوکے سے بچنے کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ ربّ تعالیٰ کے کلام اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرمان پر عمل کا صحیح طریقہ کیا ہے! تو خوب ذہن نشین کر لیجیے کہ قرآن وسنّت پر صحیح طور سے عمل کے لیے تین میں سے ایک بات ضروری ہے:

1) ربِّ کریم نے یہ موقع عطا فرمایا ہو کہ کوئی شخص صاحبِ قرآن ﷺ سے بلاواسطہ قرآنِ حکیم سمجھے، آپ ﷺ کے مبارک ارشادات سنے اور حسین ادائیں دیکھے یا یہ سعادت پانے والے صحابی سے تربیت حاصل کرے۔

2) علمِ دین سے اتنا وافر حصہ ملے کہ انسان میں قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اُن سے شرعی مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت ہو۔

3) انسان کسی مجتہد کی پیروی کرے، یعنی اعلیٰ درجہ کے دینی عالم نے قرآن وسنت کی جو تشریح کی ہے اور اُن سے جو شرعی احکام اخذ کیے ہیں اُن پر عمل کرے۔

ہمارے لیے اِن تینوں میں سے کون سی صورت ممکن ہے؟ اِس حوالے سے مزید کچھ وضاحت کی جاتی ہے:

1) بلاواسطہ سیکھ کر عمل کرنا: مذکورہ تین میں سے پہلی صورت فقط صحابۂ کرام اور تابعینِ ذی شان رضی اللہ عنہم کے لیے ممکن تھی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے امام الانبیا ﷺ کی معیّت وسنگت کا شرف پایا، آپ کی زبانِ اقدس سے قرآنِ کریم کو سماعت کیا اور سمجھا، آپ کے ارشاداتِ عالیہ کو پیار سے سنا اور افعالِ کریمہ کو محبت سے دیکھا اور پھر نہایت اہتمام کے ساتھ اُنھیں محفوظ کر کے اعلیٰ شان کے ساتھ اُن پر عمل کیا۔ پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات میں سے کسی کی بھی اُمّت نے اپنے نبی کی باتوں کو نہ اِس طرح محفوظ کیا تھا، نہ اُن پر عمل کیا تھا۔ پھر تابعین نے بھی صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے اِسی اہتمام کے ساتھ قرآن وسنت کو سیکھا اور اُن پر عمل کیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اہتمام کی فقط ایک مثال پر غور کیجیے! سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً أَوْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً، يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بـ {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} وَ {قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ}۔ یعنی مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو بغور ٹکٹکی باندھ کر دیکھا، آپ نمازِ فجر سے پہلے والی سنّتوں اور نمازِ مغرب کے بعد والی سنّتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص کی تلاوت فرماتے، مَیں نے یہ منظر چوبیس یا پچیس بار دیکھا ہے۔ (مسند احمد، حدیث: 5742۔ شرح معانی الآثار، حدیث: 1769۔ المعجم الکبیر، 13/188، حدیث: 13895)

ذہن میں سوال آتا ہے کہ سنّتِ فجر اور سنّتِ مغرب میں بلند آواز سے تلاوت نہیں کی جاتی، سرّی قراءت ہوتی ہے، پھر سیدنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کو اِن سورتوں کا علم کیسے ہوا؟ جواب یہ ہے کہ وہ نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر عمل کو نہایت غور سے دیکھتے تھے، چنانچہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز ادا کرتے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظریں مبارک ہونٹوں پر یوں جمی ہوتی تھیں، اُنھیں لبہائے لعلیں کی حرکت سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کون سی سورۂ مبارکہ کی تلاوت فرما رہے ہیں۔

پھر یہ بات بھی قابلِ توجّہ ہے کہ اُنھوں نے نہ صرف سرکارِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معمولاتِ مبارکہ کو خوب طریقے سے محفوظ کیا، بلکہ یہ بھی اچھی طرح سے یاد رکھا کہ مَیں نے یہ عمل کرتے ہوئے کتنی بار دیکھا ہے۔

قرآن و سنت پر عمل کی یہ سب سے اعلیٰ صورت ہے، جو صحابہ اور تابعین کے ہی مقدّر میں تھی، ہمارے بس میں نہیں ہے۔

2) مجتہدین کا عمل کرنا: قرآن و سنت پر عمل کی دوسری صورت یہ ہے کہ خالقِ کائنات انسان کو علمِ دین سے اتنا وافر حصہ عطا فرمائے کہ وہ قرآن و حدیث کا صحیح مفہوم سمجھ کر اُن سے شرعی مسائل اخذ کر سکے۔ اِس درجہ کے عالمِ دین کو مُجتہِد کہا جاتا ہے۔ مجتہد کتنا بڑا عالم ہوتا ہے؟ یہ جاننے کے لیے اُس کے چند اوصاف پر غور کیجیے! مجتہد وہ ہوتا ہے جسے:

- احکام سے متعلق تمام قرآنی آیات اور احادیثِ کریمہ یاد ہوں۔
- پھر اُنھیں سمجھنے کے لیے عربی لغت اور فنّ صرف و نحو وغیرہ پر مہارتِ تامّہ رکھتا ہو؛ تاکہ صحیح طرح سمجھ سکے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا فرمانا چاہتے ہیں؟
- فنِ بلاغت وغیرہ پر کامل عبور حاصل ہو؛ تاکہ قرآن و سنت کے رُموز و اِشارات اور بیان کے مختلف اسلوبوں کو سمجھ سکے۔
- حدیث کی تمام اقسام اور حدیث کے راویوں سے متعلق مکمل معلومات رکھتا ہو؛ تاکہ حدیث کا فنی درجہ معلوم کر سکے۔
- علمِ تاریخ اچھی طرح جانتا ہو؛ تاکہ اسے معلوم ہو کون سی آیت یا حدیث پہلے کی ہے اور کون سی بعد والی؟ یوں ناسخ و منسوخ کو سمجھ سکے۔
- شرعی اُصول و ضوابط پر کامل دسترس حاصل ہو؛ تاکہ قرآن و سنت کا ایسا مطلب نہ نکالے جو شرعی ضابطوں کے خلاف ہو۔
- نیز اُس میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جو اجتہاد کے لیے ضروری ہیں۔[1]

---

[1] بعض لوگوں کو خواہ مخواہ یہ وہم ہو جاتا ہے کہ وہ مجتہد ہیں۔ ایسے افراد اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ کی اِس عبارت پر غور کریں، اُنھیں اپنی علمی حیثیت معلوم ہو جائے گی: "(مجتہد وہ ہے) جو آیات و احکام و اصابتِ احکام و طُرُقِ حدیث و شُذوذ و نکارت و نقدِ رجال، اسبابِ جَرح و تعدیل و عِلَلِ غَامِضَہ و وُجوہِ نظم و صُنوفِ معنٰی و جمیع مَبَادیِ ادبیّہ و اُصولیّہ و ناسخ و منسوخ و مناہجِ ترجیح و تطبیق و مناشیِ حکم و مقاصدِ شَرع و مَصَالحِ زَمَن و عوائدِ اُمم و مظانِّ حکم و اقاویلِ صحابہ و مواضعِ اجماع و مشارعِ خلاف و عللِ مؤثرہ و جوامعِ مُغیّرہ و مسالکِ تعدیہ و مواردِ قصر و غیرہا و جمیع مواردِ حصر کی معرفت میں دریائے ذخّار ناپیدا کنار ہو اور اِس کے ساتھ ذہنِ ثاقب و فکرِ صائب و طبعِ نقّاد و عقلِ وقّاد و توفیقِ خداداد رکھتا ہو کہ جملہ مالہٗ وماعلیہ کے لحاظ سے منصوص سے مسکوت کا حکم اپنی رائے سے قائم کر سکے۔"

(اِظہار الحق الجلی از اعلیٰ حضرت بریلوی، سوالاتِ جرح و جوابات، سوال نمبر:19، ص:44، مکتبۃ المدینۃ۔ نوٹ: مطبوع میں موجود لفظی اغلاط کی اصلاح کر دی گئی ہے)

یہ حضرات ایک ایک آیت وحدیث سے بیسیوں شرعی مسائل اخذ کرتے، انھوں نے اُمّتِ مسلمہ کو شریعتِ مطہرہ کے ایسے جامع قوانین بناکر دیے کہ خلفاءِ راشدین علیہم الرضوان کے بعد دُنیا میں اسلام جب بھی بطور قانون نافذ ہوا کسی نہ کسی امام / مجتہد کی فقہ کے مطابق نافذ ہوا اور برِّصغیر میں ہمیشہ فقہِ حنفی کے مطابق اسلامی عدالتی نظام نافذ ہوا۔

دورِ حاضر میں قرآن وسنت پر عمل کی یہ صورت بھی کسی کے بس میں نہیں؛ کیونکہ مجتہد اتنے بڑے درجے کا عالم ہوتا ہے کہ صدیوں سے کوئی بھی مجتہد (مجتہد فی الشرع) پیدا نہیں ہوا۔

3) تقلید کے ذریعے عمل: صحابہ وتابعین کے بعد جو شخص مجتہد نہیں اُس کے لیے قرآن وسنت پر صحیح طرح سے عمل کی صرف یہی صورت ممکن ہے کہ وہ کسی مجتہد کی تقلید کرے، یعنی اعلیٰ درجہ کے دینی عالِم نے قرآن وسنت کی جو تشریحات کی ہیں اور جو مسائل اخذ کیے ہیں اُن پر عمل کرے۔

تقریباً تیرہ صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت تقلید کرکے ہی قرآن وسنت پر عمل کر رہی ہے، حتّٰی کہ امام بخاری وامام مسلم جیسے عظیم محدثین اور فیضِ عالم وغوثِ اعظم جیسے اعلیٰ درجے کے ولی بھی کسی نہ کسی امام کے مقلِّد ہی تھے۔

اِزالۂ وہم: بعض لوگ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کو ناجائز کہتے ہیں اور مغالطہ یہ ڈالتے ہیں کہ اماموں کی تقلید کے بجائے قرآن وسنّت کی پیروی کرنی چاہیے۔ بظاہر یہ بات پُرکشش معلوم ہوتی ہے اور کم علم لوگ اُن کے جھانسے میں آجاتے ہیں۔

ابھی جو گفتگو کی گئی اُس سے واضح ہوا کہ ہمارے (برِّصغیر کے مسلمانوں کے) لیے قرآن وسنّت پر عمل کا یہی طریقہ ممکن ہے کہ ہم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کریں؛ کیونکہ سرکارِ دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سیکھنا صحابۂ کرام کا اعزاز تھا اور قرآن وسنّت سے اپنے مسائل کا حل خود نکالنے کی صلاحیت ہمارے اندر موجود نہیں، اب جو شخص امام اعظم کی تقلید بھی نہیں کرتا وہ دین کو کھلونا بنانا چاہتا ہے؛ کیونکہ وہ اکابر کی تشریحات کو ردّ کرتا ہے اور جو غَلَط سَلَط اُس کو سمجھ میں آئے اُسے دین قرار دیتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجیے کہ امامِ اعظم کی تقلید کرکے ہم نیا دین ایجاد نہیں کر رہے، بلکہ اپنی مرضی کرنے کے بجائے قرآن وسنت کی ایسی بہترین تشریح پر عمل کر رہے ہیں، جس پر صدیوں سے اُمّتِ مسلمہ کی اکثریّت کاربند ہے۔

جو لوگ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید سے روکتے ہیں اور فقہِ حنفی کو ردّ کرکے اپنی نئی تحقیقات پیش کرتے ہیں، امامِ اعظم کی علمی شان وشوکت کے سامنے اُن کے علمی قد کاٹھ کو دیکھ کر بے ساختہ ایک محاورہ زبان پر آتا ہے: ”یہ مُنھ اور مَسور کی دال!“ یہ رویہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی میڈیکل کا سٹوڈنٹ عالمی سطح پر تسلیم شدہ تحقیق کو ردّ کرکے اپنی نئی ریسرچ قبول کرنے کی دعوت دے یا سائنس کا کوئی طالبِ علم صدیوں سے تجربہ شدہ اُصول کو مسترَد کردے اور اپنا شوشا تسلیم کروانے کی کوشش کرے۔

اب امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علمی مقام سے متعلق چند باتیں پیش کی جاتی ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ آپ کی تقلید ایک اعزاز ہے۔

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

فقہی مسائل میں ہم جس شخصیت کی تقلید کرتے ہیں اُس کا نام "نُعمان بن ثابت" ہے، دینِ حنیف کی خوب خدمت اور اُس کی بہترین وضاحت کرنے کی وجہ سے اُن کی کنیت "ابو حنیفہ" قرار پائی،[1] اللہ کریم نے اُنھیں معروف مجتہدین میں سب سے اعلیٰ شان عطا فرمائی؛ اِس لیے اُنھیں "امامِ اعظم"، "امام الائمہ" اور "سراج الاُمّہ" کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

80ھ / 699ء میں عراق کے مشہور شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا اور والد کو مولَی المسلمین سیدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ نے برکت کی دعا سے نوازا تھا۔

آپ نے مختلف علاقوں کا سفر کر کے متعدد صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور دیگر تقریباً چار ہزار اکابر مشائخ سے علمِ دین حاصل کیا،[2] امام حسین کے پوتے حضرت امام محمد باقر اور اُن کے شہزادے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی فیض پایا۔ فقہ کے چاروں اماموں میں "تابعی" ہونے کا اِعزاز صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

دینی علوم میں کمال کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے متقی و پرہیز گار بھی تھے۔ یعنی آپ علمائے کرام کے بھی امام و پیشوا ہیں اور اولیائے عظام و اہلِ کشف کے بھی سردار ہیں۔

آپ نے سب سے پہلے فقہی اُصول بنائے، ہزاروں جلیل القدر علما تیار کیے اور اُمّت کو لاکھوں مسائل کا حل بتایا۔ علمی مرتبہ یہ تھا کہ خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القُضاۃ (Chief Justice) بنانا چاہا اور اِس کے لیے تمام ذرائع استعمال کیے، مگر آپ نے راہِ عزیمت اختیار کرتے ہوئے اِس منصب کو ٹھکرا دیا۔

بلند ترین مقام کے باوجود اپنے نمائندوں کے ذریعے تجارت کرتے تھے اور اُس کی آمدن سے اپنی ضروریات بھی پوری کرتے اور غریب طلبہ اور دیگر مستحق مسلمانوں کی مدد بھی فرماتے۔

تقویٰ و طہارت اور دینی خدمات سے بھرپور ستر سالہ زندگی گزارنے کے بعد ۱۵۰ھ / 767ء میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کی، ایک قول کے مطابق شعبان المعظم میں وصالِ اقدس ہوا[3] رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

[1] "حنیف" کا معنی ہے: باطل سے جدا۔ قال تعالیٰ: فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ [آلِ عمران 3:95] سیدِ عالَم ﷺ کا دین ہر باطل سے جدا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہترین تشریح کی، اِس لیے آپ کو ابو حنیفہ (ہر باطل سے جدا دین والا) کہا جاتا ہے۔

[2] الخیرات الحسان فی مناقبِ الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان للهیتمی، ص:37، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

[3] رجب اور شوال کا ماہِ وصال ہونا بھی منقول ہے۔ (الخیرات الحسان) مقصود شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہوتا ہے، خواہ تاریخ و ماہِ وصال کوئی بھی ہو۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

قرآن وسنت کا فہم اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، وہ جسے چاہے اِس دَولت سے نواز تا ہے۔ ربِّ کریم نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو فقاہت سے کتنا وافِر حصہ عطا فرمایا تھا... اِس کا اندازہ اکابر کے خراجِ تحسین سے لگایا جاسکتا ہے۔

استاذ کی تحسین: جلیل القدر تابعی حضرت سلیمان اَعمش علیہ الرحمہ امام اعظم ابو حنیفہ سمیت سینکڑوں محدثین کے استاذ ہیں۔ اُن سے کچھ مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا، تب امامِ اعظم بھی وہاں موجود تھے۔ اُنھوں نے آپ سے رائے لی، آپ نے فورًا جوابات پیش کیے۔ اُنھوں نے فرمایا: مِنْ أَيْنَ لَكَ هٰذَا؟ آپ نے یہ مسائل کون سی آیات واحادیث سے اخذ کیے ہیں؟ امامِ اعظم نے اُنہی سے سُنی ہوئی احادیث پیش کیں، کہ اِس سند کے ساتھ آپ نے یہ حدیث بیان کی تھی، اِس سند کے ساتھ یہ بیان کی تھی۔ اُنھوں نے فرمایا: حَسْبُكَ مَا حَدَّثْتُكَ فِيْ مِائَةِ يَوْمٍ حَدَّثْتَنِيْ فِيْ سَاعَةٍ، مَا عَلِمْتُ أَنَّكَ تَعْمَلُ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ۔ بس کیجیے! مَیں نے سَو دِنوں میں آپ کو جو احادیث سنائی تھیں آپ نے ایک لمحے میں مجھے سنادی ہیں، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ اِن احادیث پر یوں عمل کرتے ہیں۔

پھر امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی جملہ کہا: يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ! أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ، وَأَنْتَ أَيُّهَا الرَّجُلُ! أَخَذْتَ بِكِلَا الطَّرَفَيْنِ۔ اے فُقہا (مجتہدین)! ہم محدّث لوگ پَنْساری (اسٹور والے) ہیں اور تم طبیب ہو (اسٹور والے کے پاس ادویات ہوتی ہیں، مگر اُنھیں استعمال کرنے کا طریقہ ڈاکٹر کو ہی معلوم ہوتا ہے... ایسے ہی ہم محدّثین کو احادیث معلوم ہیں، مگر کس حدیث سے کون سا مسئلہ اخذ ہوگا؟ یہ تم فقیہ لوگ جانتے ہو) اور اے ابو حنیفہ! تم حدیث اور فقہ دونوں کے ماہِر ہو۔"

(الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية، ج:2، ص:485، میر محمد کتب خانہ۔ الخيرات الحسان، الفصل الثلاثون، ص:144، ایچ ایم سعید کمپنی)

قاضی القضاۃ کا اِظہارِ حقیقت: اسلامی عدالتی نظام (Islamic judicial system) قائم کرنے والے دنیائے اسلام کے پہلے قاضی القُضاۃ (Chief Justice) امام ابو یوسف یعقوب علیہ الرحمہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور فیض یافتہ ہیں۔ اُنھیں علمِ حدیث میں بہت مہارت حاصل تھی اور وہ ایک درجہ کے مجتہد بھی تھے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: مَا خَالَفْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ فَتَدَبَّرْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُ مَذْهَبَهُ الَّذِيْ ذَهَبَ إِلَيْهِ أَنْجٰى فِي الْآخِرَةِ۔ جب بھی کسی مسئلے میں میری رائے امامِ اعظم کی رائے کے خلاف ہوتی تو غور وفکر کے بعد مجھے معلوم ہوتا کہ اُن کا موقف آخرت میں نجات حاصل کرنے کے زیادہ قریب ہے۔ مزید فرمایا: وَكُنْتُ رُبَّمَا مِلْتُ إِلَى الْحَدِيْثِ، وَكَانَ هُوَ أَبْصَرَ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ مِنِّيْ۔ بہت مرتبہ مَیں کسی حدیث کی طرف مائل ہوتا، مگر پھر پتا چلتا کہ امامِ اعظم حدیثِ صحیح کے بارے میں مجھ سے کہیں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔ (تاریخ بغداد، ج:13، ص:340، دار الکتب العلمیۃ)

خواجۂ نقشبند کا واقعہ: امامِ ربّانی، مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ کے پیر و مُرشد شیخ خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ نے اپنا ایک واقعہ تحریر کیا،[1] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حدیثِ مبارک پڑھی: سیدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: لَا صَلَاۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ "جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز (مکمل) نہیں۔"[2] آپ نے اِس حدیثِ مبارک سے یہ سمجھا کہ مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے۔ چنانچہ چند مرتبہ آپ نے باجماعت نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی۔ آپ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں امامِ اعظم ابو حنیفہ کی زیارت نصیب ہوئی، آپ کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ خواجہ صاحب! بے شمار غوث، قطب، ابدال میرے مُقلّد ہیں اور میری فقہ (فقہِ حنفی) پر عمل کرتے ہوئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے (اگر امام کے پیچھے خاموش رہنا حدیث کے خلاف ہوتا تو وہ ولی نہ بنتے)۔

گویا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمہ کو سمجھایا کہ آپ نے ایک حدیثِ مبارک پڑھی ہے، مَیں نے صحابہ سے اور بھی کئی احادیثِ کریمہ روایت کی ہیں۔ ایک حدیثِ پاک وہ بھی ہے جسے رحمتِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا: مَنْ کَانَ لَہٗ إِمَامٌ، فَقِرَاءَۃُ الْإِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ۔ یعنی "جو امام کی اقتدا میں نماز پڑھے تو امام کی تلاوت اُس کے لیے کافی ہے۔"[3] جس حدیث پاک میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تنہا نماز پڑھنے والے اور امام کے لیے ہے... اور سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ مقتدی خاموش بھی ہے تو اُس نے تلاوت کی ہے، کیونکہ امام کی تلاوت ایسے ہی ہے جیسے مقتدی نے خود تلاوت کی۔

یہ شخصیات جن کے علم و فقاہت اور قرب و وِلایت کے سامنے اکابر کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، اِن کے خراجِ تحسین سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے امامِ اعظم کا علمی مقام کس قدر بلند ہے اور آپ کی تقلید کتنا بڑا اعزاز ہے! حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نے کہا:

ہمارے آقا ہمارے مولیٰ، امامِ اعظم ابو حنیفہ — ہمارے ملجا ہمارے مأوٰی، امامِ اعظم ابو حنیفہ
زمانہ بھر نے، زمانے بھر میں، بہت تجسّس کیا ولیکن — ملا نہ کوئی امام تم سا، امامِ اعظم ابو حنیفہ
تمہارے آگے تمام عالَم، نہ کیوں کرے زانوئے اَدب خَم — کہ پیشوایانِ دیں نے مانا، امامِ اعظم ابو حنیفہ
ہوا اُولی الامر سے یہ ثابت کہ تیری طاعت ضروری واجب — خدا نے تم کو کیا ہمارا امامِ اعظم ابو حنیفہ
سِراج تو ہے بغیر تیرے، جو کوئی سمجھے حدیث و قرآں — پھرے بھٹکتا نہ پائے رستہ، امامِ اعظم ابو حنیفہ

---

[1] چَنْدْ گاہْ مَنْ ہَمْ خَلْفِ امام قِراءَتِ فاتِحَہْ مِیْ نَمُودَمْ، آخِرالأَمر شَبے امامِ اعظم (علیہ الرحمہ) رادَرْ خواب دِیْدَمْ، کہ قَصِیْدَۂ غَرّاءدَرْ مدحِ خود می خواند، وایں مضمون مُسْتَفَادْ مِیْ گَرْدَدْ کہ چَنْدِیں اَوْلِیَاء دَرْ مَذْہَبِ مَن بُوْدَہْ اَنْدْ۔ ازاں وقت تَرْکِ قِراءَتِ فاتِحَہْ خَلْفِ امام نَمُوْدَمْ۔ (مبدأ ومعاد از مجددِ الفِ ثانی، ص:50، مکتبۃ الحقیقۃ، ترکیا)

[2] صحیح بخاری، حدیث:756

[3] سنن ابن ماجہ، حدیث:850۔ حدیثِ مذکور کی متعدد اسناد ہیں، امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصب الرایۃ میں اِس پر مفصل بحث کی ہے۔

حرفِ آخر: تقلیدِ ائمہ... انعام یافتہ بندوں کا راستہ

دشمن کا خطرہ جس قدر بڑھتا جائے محفوظ راستہ اپنانا اُتنا ہی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اُس کا خطرہ ہر دَور میں رہا تھا اور رہے گا... تاہم عصرِ حاضر میں فتنوں کی یلغار ہے اور ابلیسی چیلوں کی کثرت ہے، چنانچہ اب اُس کے وار سے بچنے کے لیے محفوظ راہ کو اختیار کرنا پہلے سے بھی کہیں زیادہ ضروری ہے... اور محفوظ راستہ اُن ہستیوں کا طریق ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ انعام یافتہ بندوں کی راہ ایسی محفوظ اور اہم ہے کہ خالقِ کائنات نے اِس کی دُعا قرآنِ حکیم میں تعلیم فرمائی ہے اور بندہ نماز میں کئی بار اپنے ربّ تعالیٰ سے اِس کی التجا کرتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ یعنی "اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا دے، اُن لوگوں کے راستے پر جن پہ تیرا اِنعام واحسان ہے، اُن کے راستے پر نہ چلانا جن پہ تیرا غضب (اُن سے تُو ناراض) ہے اور نہ ہی اُن کے راستے پر جو بھٹکے ہوئے ہیں۔" [الفاتحہ 1:6،7]

اگر ہم اپنے ذہنوں میں یہ بات بٹھا لیں کہ ہم نے مختلف فتنوں اور فرقوں کی جنگ میں انعام یافتہ بندوں کا راستہ اپنانا ہے تو کئی اُلجھنیں حل ہو جائیں اور راہِ ہدایت پر استقامت کی دَولت نصیب ہو جائے۔

عصرِ حاضر کا ایک بڑا فتنہ "اپنی رائے کو ترجیح دینا" بھی ہے۔ مختلف انجینئرز، ڈاکٹرز اور سکالرز اپنی اپنی تحقیقات پیش کر رہے ہیں، جنھیں سن کر انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ مَیں کسے اختیار کروں! ایسے میں ہمیں چاہیے کہ وہی راہ اپنائیں جس پر صدیوں سے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے چل رہے ہیں۔ چنانچہ:

- عقائد میں امام ابو منصور محمد ماتُریدی علیہ الرحمہ (م ۳۳۳ھ / 944ء) کی تشریحات پر عمل کریں، یعنی پختہ سُنّی ماتریدی رہیں۔ اِسی فکر کو "فکرِ رضا" بھی کہا جاتا ہے۔
- فقہی مسائل میں تقلید اختیار کریں۔ برِّصغیر کے سبھی انعام یافتہ بندے امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۵۰ھ / 767ء) کے مقلِّد رہے ہیں۔

امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماہِ وصال شعبان المعظّم کی مناسبت سے آج کے خطبہ میں تقلیدِ امامِ اعظم پر کچھ گفتگو کی گئی، جس کے چند اہم نکات یہ ہیں:

⇐ دونوں جہان کی کامیابی قرآن وسنت پر عمل کرنے میں ہے۔

⇐ شیطان اپنے کارندوں کے ذہنوں میں قرآن وسنت کا غلط مفہوم ڈالتا ہے، پھر وہ ابلیسی مغالطے لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور قرآن وسنت کے نام پر لوگوں کو راہِ ہدایت سے بہکا دیتے ہیں۔

⇐ قرآن وسنّت کی غلط تشریح اور اپنی مرضی کا مفہوم بیان کرنا بہت بڑا جرم ہے، جس کا انجام کفر تک پہنچ سکتا ہے۔

⇐ قرآن وسنّت پر صحیح طرح سے عمل کے لیے تین میں سے ایک بات ضروری ہے:

1) صاحبِ قرآن ﷺ سے بلاواسطہ سیکھنے اور سمجھنے کا موقع نصیب ہوا ہو یا نبوی درس گاہ کے تربیت یافتہ سے علمِ دین حاصل کرنے کی سعادت ملے۔ یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے صحابہ و تابعین کو عطا فرمایا۔

2) علمِ دین سے اتنا وافر حصہ عطا ہو کہ انسان قرآن وحدیث کا صحیح مفہوم سمجھ کر خود اُن سے شرعی مسائل اخذ کر سکے۔ یہ صلاحیت مجتہدین کو عطا ہوئی۔

3) انسان کسی مجتہد کی پیروی کرے۔

⇐ ہمارے لیے قرآن وسنّت پر عمل کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہم امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کریں، یعنی اُنھوں نے قرآن وسنت سے مسائل اخذ کر کے "فقہِ حنفی" کی صورت میں شرعی مسائل کا جو وسیع ذخیرہ ہمیں دیا ہے اُس پر عمل کریں؛ کیونکہ ہمیں بلاواسطہ سیکھنے کی سعادت بھی نہیں ملی اور ہمارے اندر قرآن وسنت سے خود تمام مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت بھی نہیں ہے۔

⇐ تقلید کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ایسا کرنے والا کوئی نیا دین ایجاد کر رہا ہے، بلکہ قرآن وسنت پر عمل کی ہی بہترین صورت ہے۔

⇐ ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ نُعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی مقام اِس قدر بلند ہے کہ ہر دَور کے مفسّرین و محدثین اور اولیائے کاملین نے آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور اُن کی اکثریت آپ کی تقلید کرتی تھی۔

شرعی مسئلہ: بعض لوگوں کو تصاویر اور ویڈیوز بنانے کا شوق اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ مقدّس مقامات، مثلاً کعبۂ مشرّفہ یا روضۂ منوّرہ پر حاضر ہو کر اُن کی طرف پیٹھ کر کے اپنی تصاویر بنانے لگ جاتے ہیں، مسلمانوں کے عرف کے مطابق ایسا کرنا بے ادبی ہے[1] اور بے ادبی سے بچنا چاہیے۔ یوں ہی تصاویر یا ویڈیو بنانے کے لیے مزاراتِ اولیا کی طرف پیٹھ کرنے سے بھی بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے میں ہماری مغفرت فرمائے اور فتنوں کے اس دور میں انعام یافتہ بندوں کے راستے پر استقامت کی توفیق سے نوازے!

خالقِ کائنات تمام اُمّتِ مسلمہ سے مصائب وآلام دُور فرمائے، مظلوموں کی غیبی تائید ونصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے، جنگ کے معاہدے کو خداوندِ قدّوس اسلام کی سربلندی اور اہلِ غزّہ کے لیے خیر وبھلائی کا ذریعہ بنائے!

مالکِ کریم پاکستان کو ہر طرح کے مصائب سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!

---

[1] تفصیل کے لیے دار الافتاء اہلِ سنّت سے جاری شدہ فتوٰی ملاحظہ کیجیے۔ فتوٰی نمبر: Lar-8604۔ لنک: https://www.fatwaqa.com/ur/fatawa/halal-haram/muqaddas-maqamat-ki-taraf-pith-kar-ke-tasveer-banana-8604